خطبہ جمعہ

دعا کے مضمون کو اگر آپ سمجھ لیں تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے ساری زندگی کے مسائل حل ہو سکتے ہیں

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعض دعاؤں کا تذکرہ

خطبہ جمعہ ارشاد فرمودہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا طاہر احمد خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز۔
فرمودہ ۲۴ر دسمبر ۱۹۹۹ء بمطابق ۲۴ر فتح ۱۳۷۸ ہجری شمسی بمقام مسجد فضل لندن (برطانیہ)

(خطبہ جمعہ کا یہ متن ادارہ الفضل اپنی ذمہ داری پر شائع کر رہا ہے)

أشهد أن لا إله إلا الله وحده لا شريك له وأشهد أن محمداً عبده و رسوله۔
أما بعد فأعوذ بالله من الشيطان الرجيم۔ بسم الله الرحمٰن الرحيم۔
الحمدلله رب العٰلمين ۔ الرحمٰن الرحيم ۔ مٰلك يوم الدين ۔ إياك نعبد و إياك نستعين ۔
اهدنا الصراط المستقيم ۔ صراط الذين أنعمت عليهم غير المغضوب عليهم ولا الضالين۔

﴿وَاِذَا سَأَلَكَ عِبَادِيْ عَنِّي فَاِنِّي قَرِيْبٌ . اُجِيْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ. فَلْيَسْتَجِيْبُوْا لِيْ وَالْيُؤْمِنُوْا بِيْ لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُوْنَ﴾۔ (سورۃ البقرہ آیت ۱۸۷)

اور جب میرے بندے تجھ سے میرے متعلق سوال کرتے ہیں تو یقیناً میں قریب ہوں۔ میں دعا کرنے والے کا جواب دیتا ہوں جب وہ مجھے پکارتا ہے۔ تو انہیں بھی چاہئے کہ میری بات کو قبول کیا کریں اور مجھ پر ایمان لائیں تاکہ وہ ہدایت پائیں۔

یہ آیت کریمہ جو خدا تعالیٰ کی ہستی کے عظیم ثبوت کے طور پر ہے وہاں دعا کرنے والے بندے پر کچھ ذمہ داریاں بھی عائد کرتی ہے۔ اور اس کے مختلف پہلو ہیں جو پہلے میں اختصار سے بیان کرتا ہوں پھر احادیث اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے حوالوں سے ان کی مزید تشریح کروں گا۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ سَأَلَكَ عِبَادِيْ عَنِّي فَاِنِّي قَرِيْبٌ پوچھنے والا کیا سوال کرتا ہے۔ اگر حاجت روائی کی باتیں صرف کرتا ہے تو عَنِّي سے تو وہ مسئلہ حل نہیں ہو سکتا۔ میرے بارے میں پوچھتا ہے، میرا بندہ جب میری تلاش کرتا ہے۔ یہ بات خاص طور پیش نظر رکھنی چاہئے کہ دعا مانگتا ہے صرف نہیں فرمایا گیا بلکہ یہ فرمایا ہے کہ وہ 'میرے متعلق' مجھے تلاش کرتا پھر رہا ہے اور مجھے پوچھتا ہے۔ فَاِنِّي قَرِيْبٌ میں تو اس کے پاس ہی ہوں۔

اب قربت اور دوری خدا تعالیٰ کی یہ Relative چیزیں ہیں۔ انسان جتنا چاہے خدا کو دور کر لے اپنے آپ سے، جتنا چاہے قریب کر لے یہ اس کی سوچ کی باتیں ہیں۔ مگر سوال ایک اور پیدا ہوتا ہے کہ اگر خدا اتنا قریب ہے تو وہ جواب کیوں نہیں دیتا، تو جواب کے ساتھ ایک شرط لگا دی ہے۔ وہ شرط یہ ہے 'پس انہیں بھی چاہئے کہ میری بات کو قبول کیا کریں اور مجھ پہ ایمان لائیں تاکہ وہ ہدایت پائیں'۔

اب اگر انسان جب چاہے خدا کو بلا ناوہ حاضر ہو جائے اور جب چاہے بلا کر ایک طرف طاق نسیاں میں رکھ دینا یہ تو نوکروں والا سلوک ہوا یعنی نوکروں سے بھی بدتر سلوک ہوا۔ واقعہ یہ ہے کہ جب انسان کو ضرورت پڑتی ہے، کسی کام کی احتیاج ہوتی ہے وہ اپنے نوکر کو آواز دے دیتا ہے وہ پاس سے بولے میں تو قریب بیٹھا ہوا ہوں، حاضر ہوں اور جب ضرورت پوری ہوئی تو گلے سے اتار پھینکا، جاؤ بھاگ جاؤ، دور چلے جاؤ۔ یہ باتیں اس آیت کریمہ میں مضمر ہیں یہ ساری احتیاطیں لازم ہیں ورنہ صحیح معنے میں کسی کو جواب نہیں ملے گا۔ بسا اوقات لوگ کہہ دیتے ہیں کہ ہم نے تو بہت خدا کو پکارا، بہت دعائیں کیں مگر کوئی آواز نہیں آئی۔ بعض انگریز شعراء، شیلے نے مثلاً ایک پوری نظم اس بات پہ لکھی ہوئی ہے کہ میں جگہ جگہ خدا کو پکارتا پھرا، وادیوں میں، جنگلوں میں، غاروں میں، کہیں بھی مجھے خدا کی آواز نہیں آئی۔ تو اپنا ان کا عمل خدا سے دوری کا تھا تو آواز کیسے آتی۔ خدا کی تلاش اپنی ضرورت کے لئے تھی یا محض تعجب کے طور پر دیکھنے کے لئے کہ دیکھیں کوئی آواز آتی بھی ہے کہ نہیں۔ یہ سارے مسائل ہیں جو آیت کریمہ سے تعلق رکھنے والے ہیں اور حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی مختلف احادیث کی روشنی میں ان کو حل کرنے کی کوشش کی گئی ہے اسی طرح حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اقتباسات بھی انہی کے گرد گھوم رہے ہیں۔

سب سے پہلے میں سنن الترمذی کتاب الدعوات سے یہ حدیث آپ کے سامنے رکھتا ہوں۔ حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دعا ہی عبادت ہے۔ پھر آپ نے قرآن کریم کی یہ آیت پڑھی اُدْعُوْنِيْ اَسْتَجِبْ لَكُمْ. اِنَّ الَّذِيْنَ يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِيْ سَيَدْخُلُوْنَ جَهَنَّمَ دَاخِرِيْنَ یعنی تمہارا رب فرماتا ہے کہ مجھ سے مانگو میں قبول کروں گا۔ وہ لوگ جو تکبر کی وجہ سے میری عبادت نہیں کرتے وہ جہنم میں ذلیل ہو کر داخل ہونگے۔

سنن ترمذی میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمایا ہمارا ربّ ہر رات قریبی آسمان تک نزول فرماتا ہے۔ جب رات کا تیسرا حصہ باقی رہ جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کون ہے جو مجھے پکارے تو میں اس کو جواب دوں!، کون ہے جو مجھ سے مانگے تو میں اس کو دوں!، کون ہے جو مجھ سے بخشش طلب کرے تو مَیں اس کو بخش دوں۔ (سنن ترمذی ابواب الدعوات)

اب یہ حدیث صاف ظاہر کر رہی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم جس خدا کی باتیں کر رہے ہیں وہ کوئی جسمانی خدا تو نہیں ہے جو روزانہ رات کو نیچے اتر آتا ہے۔ نیچے کہاں اترتا ہے کوئی بھی ظاہری طور پر خدا کا اترنا ثابت کر ہی نہیں سکتا۔ وہ ہر طرف ہے، ہر جگہ، تو وہ اترتا کہاں ہے۔ تو اس سے مراد صرف یہ ہے کہ وہ دل پر نازل ہوتا ہے اور ہر دل پر نازل نہیں ہوتا بلکہ ہر اس دل پر نازل ہوتا ہے جو حقیقت میں پوری محبت کے ساتھ اس کی جستجو کرتا ہے۔

رات کا تیسرا حصہ باقی رہ جاتا ہے تو یہ تہجد کا وقت ہے عموماً اور یہاں رمضان کی شرط نہیں لگائی گئی۔ اس لئے احباب کو خاص طور پر متوجہ ہونا چاہئے کہ صرف رمضان میں تو نہیں اترتا۔ رمضان کے علاوہ دنوں میں بھی، جب بھی تہجد کا وقت ہوتا ہے اس وقت کوشش کریں کہ اٹھا کریں وہ وقت ہے جبکہ آپ سے زیادہ خدا کو آپ کی تلاش ہوتی ہے۔ آپ خدا کی تلاش تو ویسے ہی کرتے رہتے ہیں، فرضی باتیں بھی کرتے رہتے ہیں۔ مگر اللہ تعالیٰ حقیقی معنوں میں اپنے بندے کی تلاش میں اترتا ہے اور ایسا بندہ جس کے دل میں نیکی اور تقویٰ ہو، جو دل سے چاہتا ہے خدا کو بلانا اس کے عرش پر نزول کرتا ہے یعنی اس کے دل پر نزول کرتا ہے اور اعلان عام کرتا ہے کہ کون ہے جو مجھے پکارے، کون ہے جو مجھ سے بخشش طلب کرے میں اس وقت اس کی حاجت روائی کرنے کے لئے تیار ہوں۔

ترمذی کتاب الدعوات میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ روایت ہے۔ حضرت ابوہریرہؓ اور حضرت ابوسعید خدریؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمایا کوئی ایسی قوم نہیں کہ جب بھی وہ خدا کا ذکر کرتے ہیں تو فرشتے ان کے گرد گھیرا بنا لیتے ہیں اور ان کو رحمت ڈھانپ لیتی ہے اور ان پر سکینت نازل ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ اپنے مقربین میں ان کا ذکر کرتا ہے۔ (ترمذی کتاب الدعوات باب ما جاء فی القوم یجلسون)

اب فرشتوں کا اترنا بھی اسی طرح ہے جیسے خدا کا اترنا ہے۔ یہ نظارے ہیں بڑے خوبصورت، مجلس میں خدا کا ذکر ہو رہا ہے اور وہاں فرشتوں نے گھیرا ڈال لیا ہے۔ اس کے دو معنے ہو سکتے ہیں۔ ایک تو یہ کہ دلوں کو صاف کرنے والی طاقتیں جو ہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے وہ ان کی طرف نازل ہوتی ہیں اور وہ جو ذکر پاک کرتے ہیں اللہ کا تو روحانی طاقتیں جن کا کوئی شمار نہیں وہ اپنے پیار کی وجہ سے ان کے گرد جمع ہو جاتی ہیں کیونکہ خدا کا ذکر ہے تو فرشتوں کو بھی خدا کا ذکر پیارا لگتا ہے۔ دوسرے نیک بندے بھی وہاں اکٹھے ہو جاتے ہیں ۔ جہاں اللہ کی باتیں چل رہی ہوں وہاں نیک لوگ بھی ٹھہر جایا کرتے ہیں۔ بعض دفعہ ایسے لوگوں کی مجلس لگی ہوئی ہو تو مسافر بھی گزرتا ہوا، کوئی شخص دیکھتا ہے چند لوگ بیٹھے ہوئے ہیں ان کے ساتھ بیٹھ جاتا ہے۔

تو ایک روایت میں ہے کہ فرشتوں نے اللہ تعالیٰ کے حضور ان کی سفارش کی کہ تیرے نیک بندے تیرے ذکر میں لگے ہوئے تھے تو ان کی حاجت روائی فرما لیکن ایک ایسا شخص تھا جو چلتے چلتے تھک کر رستے میں آرام کے لئے ان کے پاس بیٹھ گیا تھا تو اللہ تعالیٰ اس کے جواب میں فرمائے گا کہ یہ وہ لوگ ہیں جن

کے جلیس بھی بدبخت نہیں ہوا کرتے۔ پس یہ بات یاد رکھیں جب بھی اپنی مجلسیں لگایا کریں تو کوشش کریں کہ ایسے لوگوں کی مجلس میں بیٹھیں جو نیک بخت لوگ ہیں، جو ذکر الٰہی کرنے والے ہیں ان کی مجلس میں تو رستہ چلتا بھی اگر کوئی بیٹھ جائے گا تو اس کو بھی فائدہ پہنچ جائے گا۔

سنن ترمذی کی یہ حدیث عمرو بن عبسہ سے مروی ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کو یہ فرماتے سنا۔ پرودگار رات کے آخری حصے میں بندے کے سب سے زیادہ قریب ہوتا ہے۔ پس اگر تم سے ہو سکے تو اس گھڑی اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے والوں میں شامل ہو۔ اگر تم ایسا کر سکتے ہو تو ضرور ایسا کرو۔(سنن ترمذی کتاب الدعوات)

یہ رات کی آخری گھڑیوں میں کیوں ہے۔ ویسے تو خدا ہر وقت ہی ساتھ رہتا ہے اس وقت کیوں؟ اس لئے کہ بندہ دن کے وقت تو مختلف کاموں میں مصروف ہو کے اپنی توجہ خدا کی طرف پوری نہیں پھیر سکتا ۔ تہجد کے وقت اس کی توجہ زیادہ خدا کی طرف ہوتی ہے۔ دوسرے وہ وقت ایسا ہے جو ریاکاری سے پاک ہے کوئی دکھاوا نہیں اس میں۔ آدھی رات کو یا تیسرا حصہ رات باقی رہ گئی ہو تو کون ہے جو گھر میں دیکھتا پھرے گا کہ کون اٹھا ہوا ہے خدا کے ذکر کے لئے۔ تو یہ خاص حکمت ہے کہ تہجد کے وقت میں کسی قسم کی ریاکاری نہیں ہو سکتی بلکہ بعض لوگ تو اپنے پیارے عزیزوں سے چھپ کے تہجد پڑھتے ہیں تاکہ ان کو بھی آواز نہ آئے۔ تو اس پہلو سے خدا تعالیٰ کو ایسے لوگ پسند ہیں جو اللہ کی محبت کی خاطر ہی اٹھتے ہیں اور اللہ کی محبت کی خاطر بنی نوع انسان سے بے پرواہ ہو کر کہ وہ ان کے متعلق کیا خیال کر رہے ہیں وہ خدا کی عبادت میں مصروف ہو جاتے ہیں۔ فرماتے ہیں تم بھی اگر ہو سکے تو یہ گھڑی ہے جس میں اللہ کا ذکر کرنے کے لئے رات کو اٹھ جایا کرو۔

ایک حدیث ہے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمایا 'اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میں بندے کے گمان کے مطابق سلوک کرتا ہوں۔ جس وقت بندہ مجھے یاد کرتا ہے میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں اگر وہ مجھے اپنے دل میں یاد کرے تو اس کا مخفی ذکر اللہ کے، جو بھی دل کہہ سکتے ہیں، اللہ کے تصور میں اس کا ذکر ہو گا اور اگر وہ اونچی آواز سے ذکر کرے گا تو اللہ تعالیٰ بھی اونچی آواز سے ذکر کرتا ہے۔ کن معنوں میں؟ آگے تشریح آتی ہے اس کی۔

اگر وہ میرا ذکر محفل میں کرے گا جیسا کہ ابھی ذکر گزر چکا ہے ایک محفل کا، تو میں اس بندے کا ذکر اس سے بہتر محفل میں کروں گا۔ یعنی بعید نہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم اور صحابہ کرام کی جو محفل خدا نے سجائی ہوئی ہے جو بھی اس محفل کی کیفیت ہے وہ روحانی کیفیت ہی ہے جسمانی طور پر تو تصور نہیں باندھا جا سکتا۔ تو یہاں نسبتاً ادنیٰ لوگوں میں وہ میرا ذکر کرتا ہے تو میں اونچے لوگوں میں اس کا ذکر کروں گا۔ پھر فرماتے ہیں اگر وہ میری جانب ایک بالشت بھر آئے گا تو میں اس کی طرف ایک ہاتھ جاؤں گا۔ اگر وہ میری طرف ایک ہاتھ آئے گا تو میں اس کی طرف دو ہاتھ جاؤں گا۔ اگر وہ میری طرف چل کر آئے گا تو میں اس کی طرف دوڑ کر جاؤں گا۔

اب دیکھیں یہاں بھی قدموں کی بات ہو رہی ہے۔ 'چل کر جانا' تو لوگ فوری طور پر مادی تصور میں ڈوب جاتے ہیں اور انسان کو عادت ہے اپنے ماحول، اپنے جسم، اپنی طاقتوں کے مطابق خدا کا تصور باندھتا ہے اس کے حوالے سے یہ حدیثیں بھی اسی طرح بیان ہوئی ہیں مگر فی الحقیقت تو اللہ تعالیٰ نہ دوڑتا ہے نہ بھاگتا ہے وہ تو ساری کائنات کی جان ہے اس لئے مراد یہ ہے کہ جب چاہو خدا تمہارے قریب ہو جائے گا جب چاہو گے تم سے دور ہو جائے گا۔ یہ تمہارے اپنے خلوص کی بات ہے۔ جتنے زیادہ خلوص سے اس کی طرف بڑھنے کی کوشش کرو گے اس سے زیادہ تیزی سے وہ تمہاری طرف بڑھے گا۔ چنانچہ محاورے میں آتا ہے کہ ایک قدم بڑھو گے تو دس قدم وہ تمہاری طرف آئے گا۔ چل کر اس کی طرف جاؤ گے تو وہ دوڑ کر تمہاری طرف آئے گا۔ تو یہ سارے محاورے ہیں جن کو غور سے سمجھنا چاہئے۔

حضرت ابن عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ جبکہ مَیں آنحضرت ﷺ کے پیچھے سواری پر بیٹھا تھا، آپؐ نے فرمایا۔ اے برخوردار! مَیں تجھے چند باتیں بتاتا ہوں۔ اوّل یہ کہ تُو اللہ تعالیٰ کا خیال رکھ، اللہ تعالیٰ تیرا خیال رکھے گا۔ تُو اللہ تعالیٰ پر نگاہ رکھ تُو اسے اپنے پاس پائے گا۔ جب کوئی چیز مانگنی ہو تو اللہ تعالیٰ سے مانگ۔ اور جب تو مدد طلب کرے تو اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کر۔ ایک اور روایت میں ہے کہ آنحضور ﷺ نے فرمایا تو اسے اپنے سامنے پائے گا۔ تُو اللہ تعالیٰ کو خوشحالی میں پہچان اللہ تعالیٰ تجھے تنگدستی میں پہچانے گا"۔

اب جو لوگ خوش حالی میں خدا کو بھول جاتے ہیں اور صرف تنگدستی میں خدا یاد آتا ہے ان کو خدا ان کی تنگدستی میں پھر بھلا دیتا ہے۔ ان کے اپنے نفوس تک ان کو بھول جاتے ہیں۔ اس لئے جب اچھی حالت ہو مثلاً صحت کی حالت، تونگری کی حالت، مال دولت کے لحاظ سے ٹھیک ہو فاقہ کشی نہ ہو اس وقت خدا کو یاد کرو وہ پھر تنگی ترشی کی آزمائش میں ڈالتا ہی نہیں ہے۔ اور بہت سے لوگ ہیں ان کے لئے کئی قسم کے حادثات ٹل جاتے ہیں، کئی قسم کی بیماریاں دور ہو جاتی ہیں اس لئے کہ انہوں نے اپنی اچھی حالت میں اللہ کو یاد رکھا ہوا تھا۔

پھر فرماتے ہیں۔ یہ ایک فلسفہ ہے چیزوں کے پانے نہ پانے کا جس سے طبیعت راضی برضا رہتی ہے وہ یہ ہے 'اور سمجھ لے کہ جو تجھ سے چُوک گیا اور تجھ تک نہیں پہنچ سکا وہ تیرے نصیب میں نہیں تھا۔ اس لئے جو حاصل نہیں ہو سکتا تھا نہ اب اس کو یاد کرنے سے وہ مل جائے گا خواہ مخواہ اس کے لئے اپنے دل جلانے کی کیا ضرورت ہے۔ جو تجھے مل گیا ہے وہ تجھے ملے بغیر رہ نہیں سکتا تھا۔ جو تجھے مل گیا وہ تو ملنا ہی تھا یہ ایسی قطعیت ہے اس میں کہ اس کا انکار ہو ہی نہیں سکتا۔ 'جان لو کہ اللہ تعالیٰ کی مدد صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے اور خوشی بے چینی کے ساتھ ملی ہوئی ہے اور ہر تنگی کے بعد یُسر اور آسانی ہے'۔(سنن ترمذی ابواب صفۃ القیامۃ)۔ یہ ایک بچے کو جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے پیچھے سواری میں بیٹھا ہوا تھا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی نصیحتیں تھیں جو اس نے ہمیشہ یاد رکھیں اور آج ہمارے لئے بھی روشنی کا سامان کر گئیں۔

مسلم کتاب الصلوٰۃ ما یقول فی الرکوع و السجود۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا انسان اپنے رب سے سب سے زیادہ قریب اس وقت ہوتا ہے جب وہ سجدے میں ہو اس لئے سجدے میں بہت دعا کیا کرو۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے دعا کے طریق میں دونوں باتیں ثابت ہیں کھڑے ہو کر دعا کرنا اور اس کے متعلق آتا ہے کہ بعض دفعہ اتنی لمبی دعا کیا کرتے تھے کہ پاؤں سوج جایا کرتے تھے اور سجدے میں گڑگڑا کر دعائیں کرنا۔ تو یہ مختلف قسم کے مزاج ہوتے ہیں انسان کے جس وقت جو مزاج قبضہ کر لے بغیر تکلف کے اس کے مطابق انسان کو سلوک کرنا چاہئے۔

حضرت ابوھریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے ترمذی میں آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ تم میں سے کسی کی دعا سنی جاتی ہے جب تک وہ جلد بازی نہیں کرتا۔ یعنی کسی کی دعا بھی سن لی جاتی ہے جب تک وہ جلد بازی نہیں کرتا اور کہتا ہے میں نے دعا کی مگر میرے حق میں قبول نہ ہوئی۔ یہ چیز ایسی ہے جو دعاؤں کو نامراد کرنے کے لئے ہے۔ ایک انسان دعائیں مانگتا ہے اور کہتا ہے او ہو ابھی تو قبول نہیں ہوئی کچھ نہیں ہوا۔ اس قسم کے بہت سے واقعات ملتے ہیں کہ ایسے لوگوں کی دعائیں ساری عمر کے لئے بیکار جاتی ہیں۔

ایک واقعہ جس کا بارہا پہلے بھی ذکر گزر چکا ہے ایک شخص کا ہے جو بہت ہی خدا کا پیارا تھا، بہت قریب تھا اور اس کے پاس بہت لوگ مرید آیا کرتے تھے دعا کروانے کے لئے۔ ایک دفعہ ایک مرید کو خیال آیا کہ کیوں نہ اس سے اجازت لوں کہ میں بھی رات کو دعا میں ساتھ ہی کھڑا ہو جاؤں تو اللہ تعالیٰ نے اس مرید کی آزمائش کرنی تھی وہ جب کھڑا ہوا تو ایک دعا کے اختتام پر اس کو الہام ہوا کہ نامنظور ہے۔ اس کے بعد اس نے پھر وہی دعا شروع کر دی۔ نماز کے بعد اس کے مرید نے کہا کہ آپ کو کیا ہوا ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ کہتا ہے نامنظور ہے پھر بھی آپ پیچھے لگے ہوئے ہیں کہ بس میں نے دعا مانگنی ہے۔ پہلی بات تو اس نے یہ بتائی کہ یہ دعا میں تیس سال سے کر رہا ہوں آج تک نہیں تھکا۔ تم ایک دن سن کر تھک گئے ہو۔ میں بندہ ہوں میرا کام مانگنا ہے وہ مالک ہے چاہے تو دے چاہے تو نہ دے۔ جب وہ یہ کہہ رہا تھا تو اس کو الہام ہوا جو اس مرید نے بھی سنا کہ اے میرے بندے میں نے تیری تیس سال کی ساری دعائیں قبول کر لی ہیں۔ اب یہ دیکھو کہ قبولیت دعا کا کتنا عظیم نشان ہے یہ کہ دعا میں تھکنا نہیں چاہئے۔ وہ دعا بہت ہی پیاری ہے حضرت زکریاؑ کی جس میں حضرت زکریاؑ فرماتے ہیں میری ہڈیاں گل گئیں، میرے بال سفید پڑ گئے وَ لَمْ اَكُنْ بِدُعَآئِكَ رَبِّ شَقِيًّا ۔ میرا حال دیکھ کہ میں آج تک تیری دعا کے بارے میں مایوسی کا بدبخت نہیں ہوں۔ مجھے یقین ہے کہ تو پوری کر دے گا اور ایسی گریہ وزاری تھی۔ وہ تیس سال تو تیس سال یہ ساٹھ ستر، اسّی سال کی دعائیں ہیں جو قبول کی گئی ہیں۔ اور اس حالت میں قبول کی گئی ہیں جبکہ بالکل ناممکن نظر آتا تھا ان کا قبول ہونا۔ تو دعا کے مضمون کو اگر آپ سمجھ لیں اور خاص طور پر اس رمضان مبارک میں اچھی طرح اس کو سمجھ لیں، غور کریں تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے ساری زندگی کے مسائل حل ہو سکتے ہیں۔

اسی طرح حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ جب تم میں سے کوئی دعا کرے تو یہ نہ کہے کہ اے اللہ! تو اگر چاہتا ہے تو مجھے بخش دے۔ چاہتا ہے تو بخش دے کیا مطلب؟ بخشش مانگو۔ اس نے نہیں بخشا ہو گا، نہ بخشے گا۔ وہ مالک ہے۔ یہ کیا مطلب ہوا تو چاہتا ہے تو بخش دے۔ اے اللہ تو چاہتا ہے تو مجھ پر رحم کر۔ ہرگز یہ نہ کہو۔ دعا کو پختگی سے مانگا جائے کیونکہ زبردستی تو تم خدا پہ کر ہی نہیں سکتے۔(بخاری کتاب الدعوۃ باب لیعزم المسألۃ)۔ بھکاری ہو بھکاری ہی رہو گے۔ اس لئے اس کی مرضی ہے وہ مانے یا نہ مانے مگر نہ ماننے کی بحث کیوں چھیڑتے ہو۔ جب چاہے مانے، جتنا چاہے مانے۔

ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم ایک سفر میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے۔ لوگ بلند آواز سے اللہ اکبر، اللہ اکبر کہنے لگے تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا اے لوگو! اپنے نفسوں پر میانہ روی کو وارد کرو کیونکہ تم نہ تو کسی بہرے کو بلا رہے ہو اور نہ ہی کسی ایسے کو جو موجود نہ ہو۔ تم تو سَمِيْعٌ قَرِيْبٌ کو پکار رہے ہو اور وہ تمہارے ساتھ ہے۔(مسلم کتاب الذکر۔ باب استحباب خفض الصوت بالذکر)

ایک سنن ترمذی میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو اللہ سے نہیں مانگتا وہ اس پر ناراض ہوتا ہے۔ انسانوں کا تو یہ حال ہے کہ بچے بھی جو زیادہ مانگیں مائیں ان سے بھی تنگ آ جاتی ہیں اور اللہ تعالیٰ سے زیادہ مانگو تو وہ زیادہ خوش ہوتا ہے اس لئے نہ مانگنے والوں سے خدا کو مانگنے والے زیادہ پسند ہیں سوائے اس کے کہ بعضوں کا اپنا حال ہی ایسا ہے جو دعائے مجسم بن جاتا ہے جیسے حضرت موسیٰؑ کی دعا تھی رَبِّ اِنِّی لِمَا اَنْزَلْتَ اِلَيَّ مِنْ خَيْرٍ فَقِيْر۔ اے میرے اللہ جو بھی میری جھولی میں ڈال دے میں اس کا فقیر بیٹھا ہوں یہ نہیں تھا کہ دعا نہیں تھی، دعا تو تھی مگر دعا کی تعیین نہیں تھی کہ کیا چیز ہو، ہر چیز جو خیرات کرتا ہے میری جھولی میں ڈال جا میں تیرا فقیر ہوں۔

ایک اور حدیث پہلے بھی اس مضمون کی گزری ہے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا جو شخص یہ چاہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ تکالیف کے وقت اس کی دعاؤں کو قبول کرے تو اسے چاہئے کہ وہ فراخی اور آرام کے وقت بکثرت دعا کرتا رہے۔(سنن ترمذی ابواب

الدعوات باب دعوة المسلم مستجابة)

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ بڑا حیا والا بڑا کریم اور سخی ہے۔ جب بندہ اس کے حضور اپنے دونوں ہاتھ بلند کرتا ہے تو وہ ان کو خالی اور ناکام واپس کرنے سے شرماتا ہے۔ اب اس میں اضطرار کی کیفیت کا بھی ایک مضمر مضمون ہے کہ ویسے ہی ہاتھ اٹھا دینا کوئی معنی نہیں رکھتا مگر اضطراری حالت میں جب ہاتھ اٹھایا جائے تو اس کی اور کیفیت ہے اس کو خدا پھر ردّ نہیں کرتا۔

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ بہترین ذکر لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه اور بہترین دعا اَلْحَمْدُ لِلّٰه ہے۔ (ترمذی۔ کتاب الدعوات۔ باب دعوة المسلم مستجابة)۔ ذکر میں سب سے بڑا ذکر لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه اور دعا اَلْحَمْدُ لِلّٰه ہے۔ اب دیکھ لیں لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه کے ذکر کو اتنی اہمیت دی ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے کہ جیسا کہ اس بے نفس بندے سے توقع کی جاسکتی تھی یہاں اپنی عبودیت تک ذکر نہیں کیا، اپنی رسالت کا کوئی ذکر نہیں کیا، صرف ایک اللہ، سارا مقصد رسول اللہ ﷺ کی زندگی کا خدا کے ذکر کو بلند کرنا تھا اور توحید کو بلند کرنا تھا۔

ابو موسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے یہ بخاری کتاب الدعوات سے لی گئی ہے کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمایا کیا تجھے جنت کے خزانوں میں سے ایک خزانے کی خبر نہ دوں۔ میں نے عرض کیا کہ کیوں نہیں یا رسول اللہ ضرور بتایئے۔ فرمایا لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ یعنی ہر قسم کا خوف خدا کے خوف کے سوا اڑا دو، دور کردو اور ہر وقت جو غیر اللہ کی قوت ہے اس کی طرف نظر رکھنا بند کردو۔ ہر اچھی چیز خدا ہی سے ملے گی اور ہر خوف اس کے فضل سے ہی دور ہوگا۔

حضرت ربیعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو آنحضرت ﷺ کے خادم تھے اور اہل الصفہ میں سے ہیں بیان کرتے ہیں کہ رات کو میں آنحضرت ﷺ کی خدمت کے لئے آپ کے گھر سویا کرتا تھا۔ رات کو اٹھ کر آپ کے وضو کا پانی لاتا اور دوسرے کام کاج کرتا۔ ایک دن آپؐ نے فرمایا مجھ سے کچھ مانگنا ہے تو مانگ لو۔ میں نے کہا میں اس دعا کے لئے آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ جنت میں بھی آپ کا ساتھ میسر ہو۔ حضور ﷺ نے فرمایا اس کے علاوہ کچھ اور چاہئے۔ میں نے کہا بس یہی کافی ہے۔ اس پر آپؐ نے فرمایا میں دعا کروں گا لیکن کثرت سجود و صلوٰة سے تم بھی اس بارہ میں میری مدد کرو۔ (مسلم باب فضل السجود والحث علیه)۔ یعنی صرف خالی محبت کا دعویٰ اور قرب کا دعویٰ کافی نہیں ہے خود بھی انسان دعائیں کرے اور کثرت کے ساتھ ایسی دعائیں کرے جس کے نتیجے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی دعائیں ہم لوگوں کو لگ سکیں۔ یعنی دونوں طرف سے ہو۔ ایک بے قراری دعا کروانے والے کو لگی ہوئی ہو اور دوسری طرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی دعا اس پر رحمت بن کر نازل ہو رہی ہو۔

حضرت شَهر بن حَوشب رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ام سلمیٰؓ سے پوچھا کہ اے ام المومنین آنحضرت ﷺ جب آپ کے یہاں ہوتے تھے تو زیادہ تر کون سی دعا کرتے تھے اس پر ام سلمہ نے بتایا کہ حضور علیہ السلام یہ دعا پڑھتے تھے یَامُقَلِّبَ الْقُلُوْبِ ثَبِّتْ قَلْبِي عَلٰی دِيْنِكَ کہ اے دلوں کو پھیرنے والے میرے دل کو اپنے دین پر ثابت قدم رکھ۔ ام سلمہ کہتی ہیں کہ میں نے حضور سے اس دعا پر مداومت کی وجہ پوچھی کہ آپؐ کیوں ہمیشہ یہی دعا کرتے ہیں، آپ سے زیادہ کون دین پر قائم ہو سکتا ہے۔ فرمایا اے ام سلمہ! انسان کا دل خدا تعالیٰ کی دو انگلیوں کے درمیان ہے جس شخص کو ثابت قدم رکھنا چاہے اس کو ثابت قدم رکھے گا، جس کو ثابت قدم نہ رکھنا چاہے اس کے دل کو ٹیڑھا کر دے گا۔ (سنن ترمذی کتاب الدعوات)

تو یہ مراد نعوذ باللہ من ذٰلک تو ہو ہی نہیں سکتی کہ جب چاہے رسول اللہ ﷺ کے دل کو بے وجہ ٹیڑھا کردے، بے وجہ سیدھا رکھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کا دل تو ٹیڑھا بننے کے لئے بنایا ہی نہیں گیا تھا۔ مراد یہ ہے کہ حضور اکرمؐ کا یہ ایک انکسار ہے کہ میں بھی اپنے حال سے بے خبر ہوں۔ اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ میرے دل کا کیا حال ہے۔ پس میں بھی اسی سے دعا مانگتا ہوں۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کا یہ عالم تھا تو عام انسان کو پھر اپنے لئے دعاؤں کی طرف کتنا متوجہ ہونا چاہئے۔

اب ایک بہت ہی دلچسپ روایت اور بھی ہے۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ ایک شخص کی عیادت کے لئے تشریف لے گئے۔ آپ نے دیکھا کہ بیماری کی وجہ سے وہ سوکھ کر چوزے کی طرح ہو گیا ہے۔ سکڑ کر بالکل چھوٹا سا ہو کے رہ گیا ہے اس میں کوئی جان نہیں تھی کوئی دم خم نہیں تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے اس سے پوچھا کیا تم دعا نہیں کرتے تھے۔ کیا تم خدا تعالیٰ سے عافیت طلب نہیں کیا کرتے تھے۔ وہ شخص کہنے لگا میں تو یہ دعا کرتا تھا کہ اے خدا تو میرے گناہوں کے بدلے جو سزا آخرت میں دے گا وہ اس دنیا میں ہی دے دے۔ اس پر حضور صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے تعجب فرمایا۔ سبحان اللہ! تم نہ تو اس سزا کو برداشت کر سکتے ہو کہ آخرت کے بدلے میں یہیں دنیا میں سزا دے دے یہ تو ناقابل برداشت سزا ہوگی اور نہ اس کی استطاعت رکھتے ہو۔ تم نے یہ دعا کیوں نہ مانگی کہ اے ہمارے اللہ! ہمیں اس دنیا میں بھلائی عطا کر اور آخرت میں بھی بھلائی عطا کر اور ہمیں آگ کے عذاب سے بچا۔ فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّ فِي الآخِرَةِ حَسَنَةً۔ (ترمذی کتاب الدعوات)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب رمضان کا آخری عشرہ آجاتا تو رسول اللہ ﷺ ساری رات کو زندہ رکھتے اور اپنے اہل و عیال کو بھی بیدار رکھتے اور خوب کوشش میں لگ جاتے اور عبادت الٰہی کے لئے اپنی کمر کس لیتے۔

(بخاری کتاب الصوم۔ باب العمل فی العشر الاواخر من رمضان)۔

اس حدیث میں یہ شبہ جو ہوتا ہے ساری رات کو زندہ رکھنا اور ساری رات اپنے اہل و عیال کو جگائے رکھنا یہ ایک اشتباہ کی بات ہے جو وضاحت طلب ہے۔ آنحضرت ﷺ کی راتیں تو آپ کے اپنے ذاتی محبت الٰہی کی وجہ سے زندہ رہا کرتی تھیں اور یہ مطلب نہیں تھا کہ سوتے بھی نہیں تھے، سوتے تو تھے مگر راتیں پھر بھی زندہ رہتی تھیں۔ وہ اس لئے کہ جب کسی نے سوال کیا یا رسول اللہ آپ کو نیند نہیں آتی تو آپ نے فرمایا تَنَامُ عَيْنِي وَلَايَنَامُ قَلْبِي کہ میری آنکھیں تو سو جاتی ہیں مگر میرا دل نہیں سوتا۔

تو جس حالت میں بھی آپ جو ذکر کرتے کرتے سو جاتے ہیں اکثر اسی کی خوابیں بھی آتی ہیں۔ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی راتیں اس یاد الٰہی کی وجہ سے زندہ رہتی تھیں ورنہ باقی ساری احادیث اس کے مخالف پڑیں گی کہ جہاں فرماتا ہے اللہ تعالیٰ کہ رات کے آخر حصہ میں جاگیں۔ پھر ایک اور قرآن کریم میں یہ بھی نصیحت ہے کہ ساری رات نہیں کچھ حصہ رات کا جاگا کرو تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم قرآن کریم کے خلاف کوئی بات نہیں فرمایا کرتے تھے۔ غور کر کے دیکھا جائے تو قرآن کریم ہی کی تعلیم کو آپ نے مختلف رنگ میں بیان فرمایا ہوا ہے۔ پس اپنے اہل و عیال کو جگایا کرو اور اپنی راتیں زندہ رکھا کرو مگر یہ مطلب نہیں کہ ساری رات نہ ان کو سونے دینا ہے نہ آپ سونا۔ وہ تو پھر تہجد ہی کیا ہوا جب بغیر نیند کے آدمی اٹھ کھڑا ہو اس کو تہجد نہیں کہا کرتے۔

اب حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰة والسلام کے اقتباسات میں سے ایک یا دو اقتباس آپ کے سامنے رکھتا ہوں کیونکہ حدیثوں کے ذکر میں چونکہ دوسری باتیں بھی ساتھ یاد آتی جارہی تھیں اس لئے جتنا مواد تھا وہ آج کے خطبے سے زیادہ کا تھا دراصل اور اب چونکہ وقت ہو رہا ہے نماز بھی پڑھانی ہے اس پہ بھی وقت لگے گا اور عام طور پر دو بجے تک میں بس کر دیا کرتا ہوں اس لئے اب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰة والسلام کا ایک اقتباس تو میں بہر حال پڑھ کے سناتا ہوں اس کے بعد دیکھیں گے پھر آئندہ جو خطبات ہیں ان میں یہ اقتباسات آجائیں گے۔

اِذَا سَأَلَكَ عِبَادِيْ عَنِّي فَاِنِّي قَرِيْب۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں ”جب میرے بندے میرے بارے میں سوال کریں تو ان کو کہہ دے کہ میں نزدیک ہوں۔ یعنی جب وہ لوگ جو اللہ اور رسول پر ایمان لائے ہیں یہ پتہ پوچھنا چاہیں کہ خدا تعالیٰ ہم سے کیا عنایات رکھتا ہے جو ہم سے مخصوص ہوں اور غیروں میں نہ پائی جاویں تو ان کو کہہ دے کہ میں نزدیک ہوں یعنی تم میں اور تمہارے غیروں میں یہ فرق ہے کہ تم میرے مخصوص و قریب ہو اور دوسرے مہجور اور دور ہیں۔ جب کوئی دعا کرنے والوں میں سے جو تم میں سے دعا کرتے ہیں تو میں اس کا جواب دیتا ہوں یعنی میں اس کا ہمکلام ہو جاتا ہوں اور اس سے باتیں کرتا ہوں اور اس کی دعا کو پایۂ قبولیت میں جگہ دیتا ہوں۔ پس چاہئے کہ قبول کریں حکم میرے کو اور ایمان لاویں تاکہ بھلائی پاویں“۔ (جنگ مقدس، روحانی خزائن جلد ششم صفحہ ۱۴۶)

اس میں پہلے تفصیل سے میں بیان کر چکا ہوں کہ قبول کرنے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ صرف اللہ ہی قبول کرتا چلا جائے گا، بندہ بھی اپنے آپ کو حاضر رکھے۔ بندہ خدا کی بات مانے پھر خدا بھی اس کی سنے گا اور ایسے شخص کو اس میں شک نہیں کہ الہامات بھی ہوتے ہیں اور الہام نہ بھی ہو تو دل خدا تعالیٰ کی آماجگاہ بن جاتا ہے جو اصل مقصد ہے۔

آج کل جو کھانسی پھیلی ہوئی ہے اس سے تو خدا کے فضل سے کوئی خاص ہی بچ جائے تو بچ جائے۔ لیکن ہمارے جو مؤذن ہیں مبارک احمد صاحب وہ بھی آج بے چارے بیمار پڑ گئے۔ میں اس لئے ضمناً ذکر کر رہا ہوں کہ ان کے لئے بھی دعا کریں۔ آفتاب صاحب کی آواز ماشاء اللہ بڑی بلند ہے اور آج وہی کام آئے۔ وہ تو اگر لاؤڈ سپیکر نہ بھی ہو تو ان کی آواز لاؤڈ سپیکر کی طرح کام کرتی ہے اور ان کے قریب سے بھی نہیں گزری کھانسی۔ کچھ ان کے اندر جو نرخرے ہیں وہ بڑے مضبوط بنائے گئے ہیں اللہ کی طرف سے۔ بہر حال یہ تو ایک ضمنی بات تھی اب میں خطبہ ثانیہ پڑھ کے سناتا ہوں آپ کو اور اس کے بعد تکبیر ہوگی انشاء اللہ۔